ولزوم اور عہد کی خلاف ورزی کو منافقین کی علامت قرار دیا۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیشہ اپنے خطبوں میں عہد کی پاسداری کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے تھے''لا ایمان لمن لا أمانة له ولا دین لمن لا عهد له'' جس کے پاس امانت داری نہ ہو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں اور جس کے پاس عہد کی پابندی نہ ہو اس کے دین کا اعتبار نہیں۔[أخرجه احمد بسند صحیح ۳/ ۱۳۵، صحیح الجامع برقم ۷۵۳۶]

فائدہ نمبر ۷۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عہد پورا کرنے والوں کو جزا بھی پوری دینے کا وعدہ فرمایا۔اللہ کی وفا اور بندے کی وفا کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہوسکتی۔اللہ تعالیٰ بہت زیادہ کریم ہے۔اللہ تعالیٰ ایک نیکی پر کم از کم دس گنا ثواب دیتا ہے۔حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' إذا تقرب العبد إلیّ شبرا تقربت إلیه ذراعا وإذا تقرب منی ذراعا تقربت منه باعا وإذا أتانی ماشیا أتیته هرولة''[بخاری برقم ۷۵۳۶]

فائدہ نمبر ۸۔ آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اللہ سے ڈرنا عبادت اور دینداری ہے اسی لیے اللہ نے اس میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دیا۔خوف کی ایک اور قسم طبعی خوف ہے، جیسا کہ انسان دشمن اور موذی جانور وغیرہ سے ڈرتا ہے۔یہ خوف توحید کے منافی نہیں، اس طرح کا خوف انبیاء بھی محسوس کرتے تھے۔جب مہمان (فرشتے) حضرت ابراہیم کا کھانا نہیں کھا رہے تھے تو ان سے ڈرنے لگے۔﴿أوجس منهم خیفة﴾[هود ۷۰] جب حضرت موسیٰ نے جادوگری دیکھی تو شروع میں ڈرنے لگے۔یہ خوف منافی توحید نہیں، لیکن اللہ کے مقابلے میں کسی اور طاقت سے ڈرنا شرکیہ خوف ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے﴿إنما ذلكم الشیطان یخوّف أولیآءه فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنین﴾ [ال عمران ۱۷۵، ابن العثیمین]

فائدہ نمبر ۹۔ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سمجھانے کے لیے ترغیب اور ترہیب دونوں اسلوب اختیار کیے۔پہلے انہیں پیار سے اور نعمتوں کو یاد دلا کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلائی۔اسلام قبول کرنے کی صورت میں انہیں پوری پوری جزاء کی بھی خوشخبری سنائی۔بصورت دیگر اللہ کے عذاب وعقاب سے انہیں ڈرایا۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں تم ڈرتے رہو کہ کہیں مسخ وغیرہ کی صورت میں کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔گویا کہ اللہ نے ایک ہی آیت میں اسلوب ترغیب وترہیب دونوں کو یکجا فرمایا۔[تفسیر الطبری، ابن کثیر، التفسیر الصحیح]واللہ اعلم

درس حدیث قسط: (2)

دورانِ باران اکٹھی نمازیں

عبدالوھاب خان

عن نافع بن جبیرؒ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: " أمّني جبريل عليه السلام عند البيت مرتين فصلى بي الظهر حين زالت الشمس وكانت قدر الشراك وصلى بي العصر حين كان ظلُّه مثلَه وصلى بي المغرب حين أفطر الصائم وصلى بي العشاء حين غاب الشفق وصلى بي الفجر حين حرم الطعام والشراب على الصائم ، فلما كان الغد صلى بي الظهر حين كان ظله مثله وصلى بي العصر حين كان ظله مثليه وصلى بي المغرب حين أفطر الصائم وصلى بي العشاء إلى ثلث الليل وصلى بي الفجر فأسفر، ثم التفت إليّ فقال: " **يا محمد هذا وقت الأنبياء من قبلك والوقت ما بين هذين الوقتين.** "

تخريج: " أبوداؤد ، الصلاة ، باب ۲ في المواقيت ۱/ ۲۷۴ـ۲۷۸ ح ۳۹۳ واللفظ له ، الترمذی، أول كتاب الصلاة ح۱۴۹، أحمد ۱/ ۳۳۳ ، ۳۵۴، الحاكم ۱/۱۹۳، البيهقي ۱/۳۶۴، الشافعي ، ابن خزيمة، الدار قطني ح۹۶، عبد الرزاق، التمهيد ۸/ ۲۵ ـ ۲۷، ابن حبان، الطحاوی ۱/۸۷ "

حكم الحديث: ترمذی : حسن صحیح، بعض نسخوں میں " حسن " ہے۔

امام حاکمؒ، الذھبیؒ، نوویؒ، ابوبکر ابن العربیؒ: صحیح [عارضة الأحوذی ۱/ ۲۵۰ ـ ۲۵۱ کما في الترمذی ۱/ ۲۸۰، المستدرك ۱/۱۹۳، المجموع ۳/۲۳، نصب الراية ۱/۲۲۱، تلخيص ص ۶۴] ابن عبدالبر: اس پر بلاوجہ کلام کیا گیا ہے، جبکہ اس کے سارے راوی مشہور اہل علم ہیں۔ [التمہید 8/32] البانیؒ: صحیح بالمتابعة [إرواء ۱/۲۶۸]

شواهد : {1} حديث أبي مسعود الأنصاري رضی اللہ عنہ: سمعت رسول الله ﷺ يقول: " نزل جبريل فأخبرني بوقت الصلاة ...... " [بخاری المواقيت باب ۱ ح ۵۲۱ ، بدء الخلق باب ۶ ح ۳۲۲۱ ، مسلم المساجد ۵/ ۱۰۷ـ۱۰۸ ح ۱۶۷ ، أبو داود الصلاة ح ۳۹۴]

{2} حدیث جابر رضی اللہ عنہ قال ﷺ: " أمني جبريل ...... مابين هاتين الصلاتين وقت "[الترمذی الصلاة ح ۱۵۰ وقال حسن صحيح غريب ، النسائی باب آخر الوقت العصر ۵/ ۲۵۵ ، اول وقت العشاء ۵/ ۲۶۳]

{3} حدیث أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال ﷺ "هذا جبريل جاء كم يعلمكم دينكم فصلى الصبح ...... الصلاة ما بين صلا تک أمس وصلا تک اليوم۔"[النسائی المواقيت باب ۳۰ آخر وقت الظهر ۱/ ۲۴۹]

{4} حدیث أبی سعيد رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: أمني جبريل في الصلاة ......الصلاة فيما بين هذين الوقتين."[التمہید 8/ 32] ابن عبدالبرؒ: امامت جبریل کی احادیث صحیح ہیں۔[التمہید 8/ 28]

مرسل صحابی:

اُس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ چھوٹا بچہ تھا۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ابوھریرہ یمنی رضی اللہ عنہ نے بھی وہ زمانہ نہیں پایا ہے۔ اِس لیے ابوالحسن ابن القطانؒ نے حدیث جابر کو' مرسل صحابی' کہ کر رد کیا ہے۔[النکت ۲/ ۵۷۱]

ابن الصلاح: ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کم سن صحابہ کی غیر سماعی روایات مرسل صحابی کہلاتی ہیں اور یہ موصول ومسند کے حکم میں ہیں، کیونکہ ان کی روایات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں۔[علوم الحديث النوع التاسع ص ۵۱ ،النکت ۲ / ۵۴۱ ، ضوابط الجرح و التعديل ص ۱۲۸] مرسل صحابی کی حجیت پر بعض محدثین نے اجماع کا دعوی کیا ہے۔[التقييد والإيضاح ص ۸۰] بہر حال مرسل صحابی اکثر محدثین کے نزدیک حجت ہے اور یہی حق ہے۔[النکت ۲/ ۵۷۱]

مزید برآں زیر درس احادیث مشاہداتی نہیں، قولی اور سماعی ہیں۔ خصوصاً ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ سے ہی سماعت کی صراحت ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر کسی بھی پہلو سے اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

پابندیِ وقت فریضۂ مؤکدہ

اسراء ومعراج میں پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔[بخاری الصلاة باب ۱ ح ۴۳۹، أحاديث الانبياء باب ۵ ح ۳۳۴۲، مسلم الايمان باب الا سراء ح ۲۶۳ ، عن أبی ذر رضی اللہ عنہ ۲/ ۲۱۷ ۔ ۲۲۲] ابن عبدالبرؒ، نوویؒ: علماء ومؤرخین کا اجماع ہے کہ نماز مکہ میں معراج کے موقع پر فرض ہوئی۔[التمہید 8/33، المنهاج ۲/ ۲۱۰]

حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اوقات کی تعیین اسراء ومعراج میں پانچوں نمازوں کی فرضیت کے فوراً بعد واقع ہوئی۔ [التمہید 8/ 24، والمغازی لابن اسحاق]

پھر مدینے میں اوقات نماز کا سوال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پہلے روز اول' دوسرے روز آخر وقت میں نماز پڑھا کر دکھائی۔جس میں عصر سورج زرد ہونے سے قبل اور مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھائی۔[مسلم المساجد ح٧٦-٧٩ عن أبي موسىؓ ٥/١١٤-١١٦] فرق ہونے کی صورت میں بعد والی حدیث قابل عمل ہوتی ہے۔

﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰبًا موقوتًا﴾[النساء ١٠٣]

﴿فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلوٰة﴾[مريم:٥٩] عبداللہ بن مسعودؓ،مسروق بن الاجدع، القاسم بن مخیمرۃ اور عمر بن عبدالعزیز رحمهم الله: ضیاع سے مراد اوقات کی پابندی نہ کرنا ہے۔[تفسير القرآن العظيم ٣/١٠٣]

الشوکانیؒ: جمہور:''مقررہ وقت سے تاخیر کی۔'' دوسرا قول:''وقت کے بغیر پڑھی۔'' تیسرا:''فرضیت کا انکار کیا۔''

ظاہر ہے کہ جس نے نماز دیر سے پڑھی یا کوئی فرض،شرط یا رکن ترک کیا'اس نے بھی نماز ضائع کردی۔[فتح القدير ٣/٣٢٩]

حافظ صلاح الدین یوسف: ''بلا عذر شرعی اکٹھی کر کے پڑھنا بھی'نماز کو ضائع کرنے کی ایک صورت ہے۔[تفسير مجمع ملك فهد، سورة مريم آية:٥٩ صفحه:٨٤٥]

شیخ الاسلامؒ: خندق میں بر سر پیکار رہ کر عصر کی نماز مغرب کے بعد پڑھی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿حفظوا على الصلوات والصلوٰة الوسطىٰ وقوموا لله قانتين﴾[البقرة٢٣٨] جمہور کے نزدیک یہ تاخیر اس آیت سے منسوخ ہوئی۔پس حالت جنگ میں بھی تاخیر کی اجازت نہیں ہے۔[الفتاوىٰ ٢٢/ ٢٨ ـ ٢٩]

ابن کثیرؒ: اس آیت میں اوقات نماز کی پابندی کا حکم ہے۔[تفسير القرآن العظيم ١/٣٩٠]

پابندی وقت کی فرضیت کے پیش نظر مسافر کے لیے بھی جمع حقیقی میں اختلاف ہے۔بخاریؒ و مسلمؒ میں جمع تقدیم ثابت نہیں۔امام ابوداؤد، ترمذی، ابوحاتم اور ابن حزم نے جمع تقدیم کی حدیث کو شاذ، معلول،ضعیف،منکر کہا ہے،حتیٰ کہ حاکمؒ نے موضوع تک کہا ہے۔[الترمذي،عون المعبود ١/٤٧٢، التلخيص الحبير، علل الحديث لابن ابي حاتم ح٢٤٥، علل الحديث للحاكم ح١٢٠، سبل السلام ٢/٤٤]

شیخ الاسلامؒ،ابن القیمؒ اور عبدالقادر شیبۃ الحمدؒ نے جمع حقیقی کو سفر میں حاجت و مشقت کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔ [الفتاوىٰ ٢٤/٢٨،٦٤، سبل السلام ٢/٤٤، فقه الإسلام شرح بلوغ المرام ٢/١٥١]

امام ابن حبانؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ،الصنعانیؒ،احمد شاکرؒ اور البانیؒ نے جمع تقدیم کی حدیث کو''صحیح'' کہا ہے۔ [دیکھیے: التراث ١١/٣١-١٥]اور یہی راجح ہے۔ والله أعلم

امیر المؤمنین عمر فاروق ﷺ [ت ٢٤ ھ]: بلا عذر دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔[الفتاوى ٢٢/ ٤٢٧]

امام بیہقیؒ: کسی کے لیے جائز نہیں کہ حالت قیام میں اسی معین وقت کے علاوہ نماز پڑھنے کا قصد کرے، اگر چہ بارش ہو رہی ہو......اور ہر نماز اپنے اپنے معین وقت کے بغیر ادا نہیں ہوتی......[معرفة السنن والآثار ح ١٦٩]

الخطابیؒ [٣٨٨ھ]: بلا عذر دو نمازوں کو جمع نہیں کیا جاتا۔[أعلام الحديث فی شرح صحيح البخاری ٣٢٧/١]

ابن عبدالبرؒ [٤٦٣ھ]: علماء کا اجماع ہے کہ حالت قیام میں بلا عذر شرعی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔سوائے ایک شاذ ٹولے کے۔[التمهيد ١٢/ ٢١٠]

ابن رشدؒ [٥٩٥ھ]: اوقات ضرورت نو مسلم، مسافر، حائض، بیہوش اور بالغ کے لیے ہیں۔(یعنی ممطور کا ذکر نہیں کیا۔)
[بداية المجتهد، الصلاة، القسم الثانی من الفصل الاول ص ١٠١۔١٠٤ مكتبة المعارف، ص ١٢٤-١٢٧ دار الكتب الاسلامية]

ابن تیمیہ الحرانی (عبدالسلام بن عبداللہ الحنبلیؒ ٦٥٢ھ): حدیث ابن عباس "صلى ثمانيا وسبعا" بارش، خوف اور مرض میں جمع پر دلالت کرتی ہے۔لیکن اجماع اور دلائل توقیت کی وجہ سے اس کے ظاہری لفظ سے اختلاف کیا گیا ہے۔[منتقى الأخبار مع نيل الأوطار ٢/ ٢٤٨]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ [٧٢٨ھ]: انسان کو حدث اصغر لاحق ہو یا اکبر، نجاست سے آلودہ ہو یا عریانی سے شرمندہ، کسی بھی عذر سے نماز کو وقت گزرنے تک دیر کرنا جائز نہیں، بلکہ ممکنہ حالت میں بروقت ادا کرنا ضروری ہے۔کیونکہ نماز کا وقت مقرر پر ادا کرنا ہی فرض ہے۔"الوقت أوكد فرائض الصلاة"[الفتاوى ٢٢/ ٣٠]

ابن القیمؒ [٧٥١ھ]: اوقات نماز کی احادیث قول و عمل کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی وضاحت ہے۔اور یہ احادیث محکم، صحیح اور صریح ہیں اور ان پر امت کا اجماع ہے۔[أعلام الموقعين عن رب العالمين ٤٢٣/٢]

ابن حجرؒ [٨٥٢ھ]: کسی بھی طریق سے جمع کا وقت مذکور نہیں، پس یا اسے مطلق جمع پر محمول کر کے اوقاتِ نماز سے بلا عذر باہر نکالیں یا جمع صوری پر محمول کر کے وقت کی پابندی کی جائے۔پس جمع صوری پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔[فتح الباری ٢/ ٣٠]

الصنعانیؒ [١١٨٢ھ]: اکثر ائمہ دین کے نزدیک حالت قیام میں جمع کرنا جائز نہیں، کیونکہ احادیث میں نمازوں کے اوقات بالکل واضح ہیں اور نبی پاک ﷺ کا ان اوقات کی پابندی کرنا متواتر روایات سے ثابت ہے۔[سبل السلام ٢/ ٤٤]

الشوکانیؒ: [١٢٥٠ھ]، الشنقیطی: حدیث ابن عباس ﷺ کو جمع صوری پر محمول کرنا ضروری ہے۔[نيل الأوطار ٣/ ٢٤٨، اضواء البيان ١/ ٤٥٠] شوکانیؒ نے اس مسئلے میں "تشنيف السمع بإبطال أدلة الجمع" بھی تصنیف کی ہے۔

جمع صوری پر اعتراضات اور ان کے جوابات

{1} خطابی ؒ: جمع صوری ہر نماز کو بروقت پڑھنے سے زیادہ مشکل ہے، کیونکہ نماز کے اول وآخر اوقات خواص نہیں جانتے، عوام کیا جانیں! [نیل الأوطار ۳/۲۴۷]

{2} شیخ الاسلام ؒ: ظہر ومغرب کی نماز کے دوران آخری وقت پہچاننا علمی وعملی لحاظ سے انتہائی مشکل ہے، یہ دل کو نماز کی طرف دھیان کرنے ہی نہیں دیتا...... نماز کے دوران سائے کا ایک مثل ہونا کیسے پتہ چلے گا؟ غروب شفق معلوم کرنے کے لیے مغربی افق میں دیکھنا پڑے گا۔ جبکہ نماز میں اس طرح دیکھنا ہی منع ہے...... [مجموع الفتاوی ۲۴/ ۵۴۔۵۶]

جواب (1) نواب ؒ: اوقات نماز واضح ہیں، ہر دو آنکھوں والا انہیں آسانی سے پہچان سکتا ہے۔ [الروضة الندية ۱/۶۶] ابر آلود موسم میں اسلاف کو دشواری ہوئی ہوگی، لیکن الحمد للہ اب گھڑیوں اور دائمی اوقات کی جنتریوں نے اس مسئلے کو حل کر دیا ہے۔

{3} ابن القیم ؒ: حالت عذر میں دو نمازوں کی جمع تقدیم وتأخیر صحیح، صریح اور محکم سنت ہے۔ پھر مسافر کے جمع کی مثال دی [اعلام الموقعین ۲/ ۴۲۲] جمع کی ساری احادیث جمع الوقت (جمع حقیقی) میں صریح ہیں، جمع الفعل (جمع صوری) میں نہیں۔ اور جمع الفعل تو ہر نماز کو الگ الگ ادا کرنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ [۲/ ۴۲۴]

{4} ابن حجر ؒ: "أراد أن لا يحرج أمته" کی حکمت حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جمع صوری پر محمول کرنے میں رکاوٹ ہے، کیونکہ اس کا اہتمام حرج سے خالی نہیں۔ [الفتح ۲/ ۳۱]

ج: (2) الصنعانی ؒ: حرج ومشقت کا اعتراض غلط ہے، کیونکہ دو نمازوں کے لیے ایک تیاری، ایک بار مسجد جانا اور ایک وضو کافی ہوتا ہے، لہٰذا یہ ہر نماز کو اول وافضل وقت میں پڑھنے سے زیادہ آسان ہے۔ [سبل السلام ۲/ ۴۴۔۴۵]

ج: (3) شیخ الاسلام ؒ نے خود جمع حقیقی کے ایسے ہی فوائد بیان کیے ہیں۔ [الفتاوی ۲۵/ ۲۳۰، القراءات ۳۲/۱۸]

نیز کہا: رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں اول وقت میں جمع کیا، مزدلفہ اور بعض سفروں میں دوسری نماز کے وقت میں۔ "اور کبھی دونوں نمازوں کے درمیانی وقت میں جمع ہوتا" اور کبھی دونوں پہلی نماز کے آخری وقت میں اور کبھی دوسری کے اول وقت میں۔ یہ تمام جائز ہے۔ جمع تقدیم یا تأخیر میں نمازوں کا پے در پے ادا کرنا شرط نہیں ہے۔ [الفتاوی ۲۴/ ۵۵۔۵۶]

ج: (4) "مشکل ترین" کا تصور پہلی نماز سے سلام پھیرتے ہی دوسری کا وقت داخل ہونے کی شرط پر واقع ہو سکتا ہے، جبکہ یہ شرط ہی ثابت نہیں، اور جمع تأخیر میں ثابت شدہ وقفے پر قیاس کر کے صوری میں بھی مناسب وقفہ کیا جا سکتا ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ: نبی ﷺ نے مزدلفہ میں نمازِ مغرب پڑھائی، پھر ہر شخص نے اپنا اپنا اونٹ قیام گاہ میں بٹھا دیا، پھر نمازِ

عشاء پڑھائی۔[بخاری الحج باب ۹۵ الجمع بین الصلا تین بالمزدلفۃ ۳/ ۶۱۰، مسلم الحج ح۲۷۶ ۸/ ۳۰]

ج:(5) انس ﷜:''ہم سفر میں جب کہتے: سورج ڈھل گیا ہے یا نہیں،تو آپ ﷺ ظہر کی نماز پڑھا لیتے......''

[أبوداؤد الصلاۃ باب۲۷۳ المسافر یصلی وھو یشك فی الوقت ح ۱۲۰۴] یعنی امام کی معرفت کافی ہے،بعض مقتدیوں کے شک کا کوئی اعتبار نہیں۔[عون المعبود ۱/ ۴۶۷]

{4} نوویؒ: جمع صوری کی تأویل ضعیف یا باطل ہے،خلافِ ظاہر ہے،لفظ حدیث اس کا محتمل ہی نہیں۔[۵/ ۲۱۸]

ج:(6) الصنعانیؒ: جمع تقدیم **سخت خطرناک** ہے۔قبل از وقت نماز پڑھنے والا ایسا ہے: ﴿...... **وھم یحسبون أنھم یحسنون صنعا**۝﴾[الکھف ۱۰۴] کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں،منطوق نہ مفہوم،عموم نہ خصوص۔[سبل السلام ۲/ ۴۵]

ج:(7) الشوکانیؒ: "**جمع بین الظھر والعصر**" کا لفظ اس کے وقت پر حاوی نہیں ہوتا،جیسے کہ **مختصر المزني، الـغـایۃ** ،ان کی شروح ودیگر کتب اصول میں ہے۔ بلکہ اس کا مدلول اجتماعی کیفیت ہے جو جمع تقدیم،تأخیر اور صوری تینوں میں ہے۔لیکن یہ لفظ ان تینوں یا دو پر مشتمل نہیں ہوسکتا،کیونکہ مثبت فعل اس کی اقسام میں عام نہیں ہوتا۔پس جمع کی کوئی شکل بلا دلیل معین نہیں کی جاسکتی۔ جب جمع صوری کی دلیل ثابت ہوئی تو اسے اختیار کرنا واجب ہے۔[نیل الأوطار ۳/ ۲۴۷]

{5} بعض متأخرین کا گمان: جمع صوری نبی اکرم ﷺ اور ان کے معاصرین کی زبان پر وارد ہی نہیں ہوا ہے۔[نیل]

ج:(8) یہ گمان بھی مردود ہے۔کیونکہ مستحاضہ کے لیے صریح ارشادِ نبوی ہے:

(۱) حمنہ بنت جحشؓ: رسول اللہ ﷺ کو شدید استحاضہ کی خبر دے کر پوچھا تو فرمایا: روئی اور لنگوٹ وغیرہ کے ذریعے روک دو...... میں تجھے دو طریقے بتاتا ہوں...... **وإن قـویـت عـلـی أن تـؤخری الظھر وتعجلی العصر فتغتسلین وتـجمعین بین الصلا تین ...... وتؤخرین المغرب وتعجلین العشاء ثم تغتسلین وتجمعین بین الصلا تین فـافـعـلی ...... وھذا أعجب الأمرین إلیّ**''[**أبو داود** طھارۃ ۱/ ۱۹۹، باب ۱۱۰ ح :۲۸۷، **الترمذی** ح:۱۲۸ وقال **حسن صحیح**، ابن ماجہ ح۶۲۲، **أحمد** ۶/ ۴۳۹، وحسنہ الألبانی کما فی مسند **أحمد** ۴۵/ ۱۲۱و إرواء الغلیل ۱/ ۲۰۲]

(۲) عائشہؓ: سہلہؓ بنت سہیل کو ہر نماز پر غسل مشکل ہوا تو: **أمرھا** ﷺ **أن تـجـمـع بین الظھر والعصر بغسل والمغرب والعشاء بغسل وتغتسل للصبح.** [أبوداود باب ۱۱۲، ۱/ ۲۰۷ ح ۲۹۵ **وصححہ الالبانی**]

(۳) اسماء بنت عمیسؓ: فاطمہ بنت ابی حبیشؓ سے بھی نبی ﷺ نے فرمایا:...... **وتـتـوضـأ فیمـا بین ذلک** یعنی غسل

کر کے جمع کرنے اور درمیان میں وضوء بھی کرنے کا حکم دیا۔[ابو داود طھارۃ ۱/۲۰۷ باب ۱۱۲ ح ۲۹٦ وصححہ الالبانی]

کیا بارش عذر شرعی ہے ؟

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وأنزل من السمآء مآء فأخرج به من الثمرات رزقا لكم ﴾[البقرۃ ۲۲]﴿ ونزلنا من السمآء مآء مباركا ﴾[ق ۹]﴿وجعلنا من المآء كل شئ حي﴾[الأنبياء ۳۰] ﴿وأن لّو استقاموا على الطريقة لأسقيناهم مآء غدقا ۞ ﴾[الجن ۱٦] حدیث قدسی ہے"...... فأما من قال : مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بي ......"جس نے کہا: ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے۔[بخاری الأذان باب ۱۵٦، ح ۸٤٦، مسلم الإيمان ح۱۲۵عن زيدبن خالد مرفوعاً ۲/ ۵۹]

فرمان نبوی ہے:"حد يعمل في الأرض خير لأهل الأرض من أن يمطروا ثلاثين صباحا""ایک شرعی حد کا نفاذ اہل دنیا کے لیے تیس صبحوں کی بارش سے بہتر ہے۔"[النسائی قطع السارق باب ٦ عن ابی ھریرۃ۸/۷٦، ابن ماجه الحدود باب ۳، أحمد ۲/ ۲، ۳٦۲، ٤۰۲] رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کی پہچان کے سلسلے میں فرمایا: وقد رأيتني أسجد في ماء وطين "میں نے اپنے تئیں پانی اور گارے میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا"[بخاری الأذان ح٦٦۹،الاعتكاف باب۱ ح۲۰۲۷، مسلم الصيام عن أبي سعيد ح۲۱۳]

ان نصوص شرعیہ کی روشنی میں بارش، برف وغیرہ مخلوقات کے لیے رزق، زندگی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ پس صرف "بارش" کو شرعی عذر قرار دینا مناسب نہیں لگتا، جیسے کہ علماءِ شام وعراق کا نظریہ تھا۔

بارش ایک عذر شرعی :

﴿ ولاجناح عليكم إن كان بكم أذى من مطر أو كنتم مرضى أن تضعوا أسلحتكم وخذوا حذركم ﴾[النساء ۱۰۲]"اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار (یا زخمی) ہوں تو تم پر (دورانِ جہاد باجماعت نماز پڑھتے ہوئے) اسلحہ نیچے رکھ دینے میں کوئی ہرج نہیں، البتہ دفاعی سامان (ڈھال) اٹھائے رکھو"

معرکہ کارزار کے دوران نماز باجماعت کا حکم دیتے ہوئے رب ذوالجلال نے بارش کو عذر شمار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر بارش کو عذر شمار کر کے انفرادی نماز پڑھنے کی رعایت دیتے تھے[مسلم صلاۃ المسافرین ح: ۲۳-۲٤، ۵/ ۲۰۵]

لطیفہ: مناسب تھا کہ زیادہ بارش والے علاقوں میں بارش کو عذر شمار کیا جاتا اور کم بارش والے علاقوں میں ایسا نہ کیا جاتا، جیسے کہ عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے دور میں بارش کی وجہ سے جمع کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ''مدینہ کم بارش والی سرزمین ہے۔'' [مسند احمد ٢/ ٤٣٦] لیکن اموی دور کے گورنروں سمیت اہل مدینہ بارش کی رات جمع کرتے تھے۔ جبکہ بلادِشام وغیرہ میں بکثرت بارش کے باوجود ہر نماز وقت پر ادا کی جاتی تھی۔ ''ہمت مردان.........''

بہر حال معاصر مسلمان بھی بارش سے مشقت محسوس کرتے ہیں، خصوصاً بلتستان جیسے سرد اور غربت زدہ علاقوں میں۔

کیا حالت قیام میں بارش عذر شرعی ہے؟

شیخ الاسلامؒ: اگر سفر، خوف اور بارش کے لیے جمع منقول نہ بھی ہوتا تب بھی ان سے کمتر اسباب کے لیے جمع کا ثبوت' ان اسباب کے لیے جمع کی بالاولی دلیل ہوتی۔ امام احمدؒ نے بھی یہی استدلال کیا ہے۔ [الفتاوی ٢٤/ ٧٦، ٨٣]

البانیؒ: ''**من غیر خوف ولا مطر**'' سے معلوم ہوا کہ دورانِ بارش جمع عہد نبوی میں معروف تھا، ورنہ جمع کی سبب کے طور پر بارش کی نفی کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ [إرواء الغلیل ٣/ ٤٠، التراث ٢٣/ ١٣]

راقم کی نظر میں یہ استدلال درج ذیل وجوہ کی بنا پر حتمی نہیں ہے:

(۱) عبداللہ بن عباسؓ نے یہ حدیث عمرو بن دینارؒ (ت ۱۲۶ھ)، ایوب السختیانیؒ (۱۳۱ھ)، حبیب بن ابی ثابتؒ (۱۱۹ھ)، ابوالشعثاء جابر بن زیدؒ (۹۳ھ) وغیرہ کو بیان فرمائی۔ ان تابعین کے زمانے میں بنی امیہ کے حکمران عموماً نمازوں میں تأخیر کرتے اور خصوصاً مدینہ کے گورنر بارش کے دوران جمع بھی کرتے تھے۔ ان حقائق کی روشنی میں حدیث ابن عباسؓ کا یہ مفہوم بھی بعید نہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) مدینہ میں (بغیر سفر) جمع فرمائی، بغیر خوف (یعنی جنگ کے بغیر جس میں نماز کی صورت مختلف ہے [النساء ۱۰۲]) اور بغیر بارش کے (جسے **عیاش حکمرانوں نے جمع کا سبب بنالیا ہے**)۔'' واللہ أعلم

(۲) رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے...... ایک شخص نے عرض کیا:...... دعا فرمائیے کہ اللہ بارش نازل فرمائے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ''**اللھم اسقنا، اللھم اسقنا، اللھم اسقنا**......'' یکا یک دھال جتنا بادل اٹھا آسمان پر پھیلا اور بارش برسائی، پورا ہفتہ سورج نہ دیکھا (بارش جاری رہی)...... اگلے جمعے میں دوران خطبہ کسی نے عرض کیا: دعا فرمائیے کہ بارش تھم جائے...... [**البخاری** الاستقاء باب ٦ ح: ١٠١٣، **مسلم** استسقاء ح: ١٠ عن انس ٦/ ١٩١] پھر مدینے کے اردگرد بارش جاری رہی۔ [مسلم ح ١٢] وادی قناۃ ایک مہینہ تک بہتی رہی۔ [مسلم ح ١١ عن أنس]

اس پورے ہفتے میں ایک مرتبہ بھی نبی ﷺ سے'' جمع بين الصلاتين '' ثابت ہے، نہ'' الصلاة في الرحال ''
اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم حسب معمول نماز ادا فرماتے رہے۔ والله أعلم
بالفاظِ شیخ البانیؒ: اگر یہ حق ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے، اور ایسا کرتے تو ضرور روایت کی جاتی۔ جب یہ منقول نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ (بقصد خشوع ننگے سر نماز) بدعت ہے۔[تمام المنة ص:١٦٦]

کیا بارش کے دوران نمازوں کی جمع پر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کا اتفاق تھا؟

(۱) امام اللیث بن سعد المصریؒ (ت ۱۷۵ھ) نے امام دار الهجرة مالک بن انسؒ (ت ۱۷۹ھ) کو یہ خط لکھا:

'' آپ کو میرا اعتراض معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان فوج بارش کی رات دو نمازوں کو اکٹھے ادا کرے۔ حالانکہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شام کی بارش مدینے کی بارش سے کتنی زیادہ ہوتی ہے!

اس کے باوصف شام میں کسی بھی امام نے بارش کی رات جمع نہیں فرمائی۔ ان میں ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ، خالد بن الولید رضی اللہ عنہ، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مصر میں رہے۔ حمص (شام) میں اہل بدر میں سے ستر افراد آئے۔ اور عراق میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ کے علاوہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ بھی رہے ہیں۔ ان جلیل القدر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی مغرب وعشاء اکٹھے نہیں پڑھی۔''

(۲) الولید بن مسلم الدمشقیؒ کے سوال پر عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعیؒ نے کہا: اہل مدینہ بارش کی رات مغرب وعشاء کو جمع کرتے ہیں، لیکن ہماری جانب (شام میں) ہر نماز بروقت ادا کی جاتی ہے۔

(۳) الولید کہتا ہے کہ مجھے اللیث بن سعدؒ اور سعید بن عبدالعزیز الدمشقیؒ نے بھی یہی جواب دیا۔[الأوسط ٢/ ٤٣٢]

[مجلة الفرقان ٣٧٨ **"وقفات مع حكم جمع الصلاة بعذر المطر"** لخالد بن صالح بحواله: أعلام الموقعين ٣/ ٨٣]

امام مالکؒ: بارش کی رات جمع مسجد نبوی میں اس کی فضیلت کی وجہ سے درست ہے۔[نقل عنه زياد بن عبدالرحمن، المنتقى شرح الموطأ] غالباً عمل اہل مدینہ کی حجیت کے پیش نظر آپؒ نے لیثؒ کے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے۔ حالانکہ لیثؒ کا بیان مسجد اقصیٰ میں جمع کی نفی کو لازم کرتا ہے۔ اگر مسجد حرام میں بھی یہ جمع ثابت نہیں ہوتا تو یہ جواب محل نظر ہوگا۔ والله أعلم

دوران بارش نماز کی رعایت

{1} ألا صلوا فی الرحال! (دورانِ سفر)

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے، بارش ہوئی تو ارشاد فرمایا ''لیصل من شاء منکم فی رحله ''جوکوئی چاہے اپنے ٹھکانے پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔'' [مسلم صلاة المسافرین ٥/ ٢٠٦]

(۲) أبو الملیح عن أبیه (أسامة بن عمیر الهذلی رضی اللہ عنہ): غزوہ حنین کے دن بارش ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مؤذن کو ''الصلاة فی الرحال '' کہنے کا حکم دیا۔[أبوداؤد الصلاة باب الجمعة فی الیوم المطیر، النسائی الإمامة باب العذر فی ترك الجماعة ٢/ ١١٠] اس بارش سے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگے۔[ابو داؤد ١/ ٦٤١، ابن ماجه ١/ ٣٠٢]

(۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ضجنان میں سرد ہوا والی رات میں اذان کے آخر میں کہا:''ألا صلوا فی رحالکم ، ألا صلوا فی الرحال '' پھر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی دورانِ سفر سرد یا بارش والی رات مؤذن کو یہی حکم دیتے تھے۔'' [مسلم صلاة المسافرین ح٢٤٠٢٣، أبوداؤد الصلاة باب التخلف عن الجماعة فی اللیلة الباردة ١/ ٤٦٢، الدارمی الصلاة باب الرخصة فی ترك الجماعة إذا كان مصر فی سفر ١/ ٣٢٨]

الخطابی: ضجنان مکہ سے 12 یا 25 میل دور ہے۔[معالم ١/ ٦٤١] نووی: 1 ڈاک (12 میل) پر ہے۔[المنهاج ٥/ ٢٠٦]

{2} کیا حالت قیام میں بھی '' الصلاة فی الرحال '' ثابت ہے؟

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک کیچڑ والے دن جمعہ پڑھائی تو مؤذن کو '' حی علی الصلاۃ'' کی جگہ ''الصلاۃ فی الرحال '' کہنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے (تعجب سے) سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید آپ لوگوں کو یہ نامانوس لگا، یقیناً مجھ سے افضل ہستی (ﷺ) نے بھی ایسا کیا ہے۔ **بلاشبہ جمعہ ضروری ہے، لیکن مجھے تمہیں مشقت میں ڈالنا گوارا نہ ہوا۔** [بخاری الأذان هل یصلی الامام بمن حضر وهل یخطب یوم الجمعة فی المطر ٢/ ١٨٤، مسلم صلاة المسافرین ٥/ ٢٠٦] گارے اور پھسلن میں چلنا پڑتا۔[مسلم ٥/ ٢٠٦] کیچڑ اور بارش میں چلتے۔[أبو داؤد ح ١٠٦٦]

مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔[ارواء الغلیل ٣/ ٦٠-٦١] پس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حالت قیام کا استدلال ہوسکتا ہے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا'' إنها عزمة'' بیشک جمعہ لازم ہے۔ لیکن حرج کی وجہ سے گھروں میں (ظہر) پڑھنے کی اجازت ہے۔

(۲) محمد بن اسحاق عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ: مؤذن نبوی نے مدینہ میں بارش والی رات اور صبح کی اذان میں ''ألا صلوا فی الرحال '' کہا۔[أبو داؤد ح ١٠٦٤] ابوداؤدؒ: یحیٰ بن سعید الانصاریؒ نے القاسمؒ (بن محمد بن ابی بکر) کی وساطت سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے جس میں سفر کا ذکر ہے۔[١/ ٦٤٣] پس یہ محفوظ اور ابن اسحاق کی روایت شاذ ہے۔

(۳) ترمذیؒ: اہل علم نے بارش اور گارے کی حالت میں جماعت اور جمعہ چھوڑنے (گھروں میں نماز پڑھنے) کی اجازت دی ہے۔اور یہ احمدؒ واسحاقؒ کا بھی قول ہے۔[۲/ ۲۶۳] (یعنی سفر کی شرط نہیں لگائی ہے۔) واللہ أعلم

امام مالکؒ کے نزدیک بارش وغیرہ کی صورت میں بھی جمعہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔[فتح الباری ۲/ ٤٤٦]

(۴) مالک عن نافعؒ: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈک اور ہوا والی رات اذان دے کر" ألا صلوا في الرحال " کہا پھر بتایا کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سردی اور بارش والی رات مؤذن کو" ألا صلوا في الرحال " کہنے کا حکم فرماتے تھے۔

[بخاری الاذان باب " الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في رحله" ۲/۱۸٤ ، مسلم صلاة المسافرين ح۲۲، أبوداؤد باب " التخلف عن الجماعة في الليلة الباردة " ۱/ ٦٤۱، نسائی الاذان باب " الإذن في التخلف عن شهود الجماعة في الليلة المطيرة " ۲/ ۱٥، ابن ماجه إقامة الصلاة باب " الجماعة في الليلة المطيرة " ۱/ ۳۰۲]

اس روایت میں "سفر" کا ذکر نہیں ہے۔اور امام بخاریؒ، ابوداودؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ سب کے عنوان باب میں بھی **"سفر"** کی شرط نہیں آئی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سفر کے بغیر بھی ترکِ جماعت کا استدلال کیا ہے۔اگر یہ اصلاً **ضجنان** والا واقعہ ہو تو حالت قیام میں اس سے استدلال ممکن نہیں۔

(۵) ابو الملیحؒ: میں بارش والی رات (نماز کے لیے مسجد میں) جا کر لوٹا اور دروازہ کھولنے کو کہا تو میرے والد (اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ) نے بتایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں تھے، اتنی بارش ہوئی جس سے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگے پھر بھی مؤذن نبوی نے" ألا صلوا في رحالكم " پکارا تھا۔[**ابن ماجه** اقامة باب ۳٥ ح: ۹۳٦] یعنی ابو الملیحؒ مسجد میں باجماعت نماز پڑھ کر لوٹا، اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر پر نماز ادا کی اور سفر والے واقعے سے حالت قیام میں استدلال کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ بارش وغیرہ کی مشقت میں باقاعدہ اذان دے کر مسجد میں جماعت قائم ہونا چاہیے، جس میں مسجد کے قریبی اور باہمت لوگوں کو حاضر ہونا چاہیے اور مشقت محسوس کرنے والے اپنے گھروں میں بروقت نماز ادا کریں۔واللہ أعلم

فائدہ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں "حي على الصلاة " کی جگہ "ألا صلوا في الرحال " کہنے کا ذکر ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں اذان کے آخر میں۔اور یہ دونوں متفق علیہ بھی ہیں۔

اس مسئلے میں راقم کی تطبیق یہ ہے کہ قرب وجوار والے جماعت پر حاضر ہو سکتے ہوں تو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق اذان کے آخر میں "ألا صلوا في الرحال " کہا جائے۔اور اگر بعض لوگوں کا بھی مسجد تک پہنچنا دشوار ہو تو حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق "حي على الصلاة " کی جگہ ہی" ألا صلوا في الرحال " کہا جائے۔ واللہ أعلم